ضد کا انجام

ناجیہ نجم

476/6B، نزد مدح گنج پولیس پوسٹ، سیتاپور روڈ، لکھنؤ (یوپی)

گرمیوں کی چھٹیاں تھیں۔ دونوں بہنوں کے بچے چھٹیاں منانے کے لیے نانی کے گھر آئے ہوئے تھے۔ دن بھر ہنگامہ رہتا تھا۔ اس دن بھی بچوں نے گھر میں آفت برپا کر رکھی تھی۔ شام ہوئی تو شور وغل اور بڑھ گیا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں جس کی وجہ سے وہ لوگ اور جوش میں تھے (Hide and Seak) چھپن چھپائی کھیل جاری تھا اور ساتھ ہی ساتھ ہنگامہ اور شوروغل بھی۔ دادا جان کی گرجدار ''ہوں'' کی آواز آئی تو سب خاموش ہوگئے۔ ڈانٹ پڑی تو سارے کے سارے کمرے کے اندر پہنچ کر بیٹھ گئے اور ایسے خاموش ہوئے جیسے بڑے نیک اور شریف ہوں....لیکن دس ہی منٹ گزرے تھے کہ ایک نے تکیہ اُٹھایا اور دوسرے پر دے مارا.....وہ خاموش کیوں بیٹھتا۔ اس نے بھی جوابی حملہ کیا اور اپنے بستر کا تکیہ ان پر پھینکا پھر دیکھتے دیکھتے تکیہ جنگ (Pillow Fighting) شروع ہوگئی۔ جب شور پھر شروع ہوا تو فاطمہ اپّی نے کچن سے چیخ کر انھیں منع کیا اور چند منٹ بعد خود کمرے میں آگئیں۔ ان کے آتے ہی شور تو بند ہوگیا، لیکن بے جا فرمائشیں شروع ہوگئیں۔ ''دادا جان جو بتاشے لائے تھے۔ ہم وہ کھانا چاہتے ہیں۔'' سب بچوں کی فرمائش تھی کہ آپ کے پاس جو بھُنے چنے ہیں وہ تقسیم کیجیے۔ اتنے میں آئس کریم والے کی آواز آئی تو سب آئس کریم، آئس کریم چلاّ اُٹھے۔ بہرحال بے تکی ضدیں تھیں اور نرالی فرمائشیں!!

پھر سب بولے کہ اچھا ہمیں کوئی اچھی سی کہانی سنا دیجیے اور پھر اسی پر سب متفق ہوگئے کہ کہانی سنیں گے۔ کہانی سنانے سے پہلے انھوں نے سب سے پوچھا بتاؤ ضد کسے کہتے ہیں؟ سبھی بچوں نے اپنے اپنے انداز سے کچھ بتلانے کی کوشش کی، لیکن صاف صاف کوئی بھی اس کی تعریف نہ کرسکا۔ پھر فاطمہ اپّی نے بہت محبت سے انھیں سمجھایا کہ ''اپنی غلط مانگ منوانے کے لیے اصرار کرنے کو ضد کہتے ہیں۔'' لیکن ضد کوئی اچھی چیز نہیں ہے خاص طور سے ناسمجھ اور ناتجربہ کار بچے جو ضدیں کرتے ہیں وہ بہت غلط اور نقصاندہ ہوتی ہیں....خیر چلو میں آج تمھیں ایک ایسی ہی کہانی سناتی ہوں جو ضد پر منحصر ہے اور سبق آموز بھی۔ انھوں نے کہانی شروع کی.....

''امیر گھرانے کی ایک لڑکی تھی۔ بہت نیک اور فرماں بردار، لیکن تھی ضدی۔ ذرا ذرا سی بات پر اَڑ جاتی کہ مجھے یہ چاہیے۔ اس کے امّی ابو حتی الامکان اس کی

خواہشیں پوری کرتے، لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی وجہ سے اس کی ضد پوری نہ ہو پاتی۔ ایک مرتبہ اس کی سالگرہ کے موقع پر اس کے امّی ابّو اسے سرپرائز (Surprise) دینے کے لیے اس کو بتائے بغیر ایک بڑا خوبصورت کیک، ایک بہترین سوٹ، ہار، بندے، چوڑیاں وغیرہ خرید لائے۔ تاکہ ان کی بیٹی اپنا برتھ ڈے منا سکے..... برتھ ڈے کے دن جب اسے یہ تحفے ملے تو مارے خوشی کے وہ پھولی نہ سمائی، لیکن اچانک یہ سوال بھی کر ڈالا— امّی! میری چپل تو لائی نہیں؟ ماں نے پیار

بھرے انداز میں کہا: ’’بیٹی! ابھی عید میں جو چپل لائی تھی وہ پہن لو— جلد ہی اس کے میچنگ کی چپل بھی لا دوں گی۔ فی الحال میری طبیعت خراب ہے۔ بازار نہ جا سکوں گی، لیکن بیٹی صاحبہ ہیں کہ ’’وہی مرغ کی ایک ٹانگ‘‘ نہیں میری چپل آنی ضروری ہے۔ یہ کہہ کر اس نے ہنگامہ شروع کر دیا۔ ماں نے لاکھ سمجھایا کہ اس وقت میں بخار میں مبتلا ہوں ضد نہ کرو۔ میں جانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں، لیکن وہ نہ مانی۔ آخرکار، بدرجۂ مجبوری، دونوں میاں- بیوی چپل لانے کے لیے بازار چلے گئے.....

ایک گھنٹے کے بعد دروازے پر کھٹکا ہوا۔ دروازہ کھول کر دیکھا ایک شخص نے بڑے تکلف کے ساتھ یہ اطلاع دی کہ ’’آپ کے ابّو کی کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور زخمی حالت میں وہ اسپتال میں ہیں۔‘‘ بیٹی فوراً بھائی کو ساتھ لے کر اسپتال گئی۔ اس کے امّی اور ابّو دونوں ہی I.C.U میں تھے اور بری طرح زخمی۔ وہ بیٹی کو پہچان نہ سکے۔ ڈاکٹروں نے بتلایا کہ حالت اچھی نہیں ہے۔ آٹھ گھنٹے گزر جائیں تو خطرہ سے باہر ہیں، لیکن اللہ کو تو کچھ اور ہی منظور تھا۔ دو بجے کے قریب ایک کے بعد ایک اس کے امّی اور ابّو دونوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون— بیٹی کو رہ رہ کر اپنی ’’ضد‘‘ یاد آ رہی تھی۔ کاش! ہم سے یہ حماقت نہ ہوئی ہوتی— اور ہمیں یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

نائلہ نے فاطمہ اپّی کی طرف دیکھ کر ’’کیا میں آپ سے ایک سوال پوچھوں؟‘‘ فاطمہ اپّی نے کہا! ہاں پوچھو.....

’’اُس لڑکی کا نام کیا تھا؟‘‘

فاطمہ اپّی رونے لگیں اور بولیں وہ بدقسمت لڑکی میں ہی ہوں۔‘‘ ○○